ازجناب لفٹیننٹ کرنل محمد اعظم، کوڑہ خٹک

اسلام کے ایک جلیل القدر جرنیل و سیاستدان

فاتح مصر حضرت عمرو بن عاصؓ

پہلی صدی ہجری میں سلطنت اسلامیہ کی بنیادیں جن چار ستونوں پر اٹھائی گئیں۔ وہ ستون فاتح عراق وجزیرہ خالد بن ولیدؓ، فاتح فلسطین ومصر عمرو بن عاصؓ۔ فاتح شام ابوعبیدہ بن جراحؓ۔ اور فاتح قادسیہ و مدائن حضرت سعد بن وقاصؓ ہیں۔ گو خالد بن ولید اپنی بے مثل شجاعت اور جنگی مہارت کے باعث دنیا کے عظیم فاتح جرنیلوں کی صف اول میں گنے جاتے ہیں۔ اور فتوحات عراق وجزیرہ معرکہ ہائے شام و یرموک اور سرکوبی فتنہ ہائے مرتدین نے ان کو دوسروں کے مقابلے میں ایک نمایاں مقام عطا کیا۔ مگر عمرو بن عاص کے کارنامے جو اپنے وقت کا بہترین فوجی جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مدبر۔ عدل و رواداری کا پیکر۔ انتظامی قابلیت میں یکتا اور اسلام کا خادم حقیقی تھا۔ کسی طرح خالد بن ولید سے کم نہیں۔ عجب اتفاق ہے کہ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص جو ابتدائی ایام میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ ایک ہی دن مدینہ پہنچے۔ ایک ہی وقت میں ایمان لائے۔ اور اسلام کے پھیلانے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جو کسی اور کو کم نصیب ہوئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہ دونوں سپہ سالار تمام اسلامی جنگوں میں بلا استثنا کامیاب رہے۔ ہر معرکہ میں فتح حاصل کی۔ اور کہیں سے ناکام نہیں لوٹے۔ دونوں حملہ میں بے باک۔ ذاتی شجاعت میں فرزانگی کی حد تک نڈر اور کم تعداد کے ساتھ بڑے بڑے معرکے سر کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ عمرو بن عاصؓ اس لحاظ سے منفرد مقام رکھتے ہیں کہ جنگی قابلیت کے ساتھ ساتھ قدرت نے ان کو سیاسی بصیرت کے بیش بہا خزانے سے نوازا تھا۔ اور انتظامی مسائل حل کرنے کی بے پناہ صلاحیتیں ان میں موجود تھیں۔ تدبیر و انتظام کی یہ صفات دیکھ کر ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عمان بھیجا۔ اور پھر وہاں کا والی مقرر فرمایا۔

حضرت ابوبکرؓ نے بھی آپ کو دوسروں پر ترجیح دی اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے جن کی مردم شناسی ضرب المثل تھی۔ عمرو بن عاص کو ہمیشہ معتمد خاص کا درجہ دیا اور اہم مہمات ان ہی کے سپرد کیں۔ عمان میں تبلیغ اسلام اور مصر میں رعایا کے ساتھ حسن سلوک نے ان کو اس قدر ہر دلعزیز بنا دیا تھا کہ اہل مصر ان کو

اپنا مربی اور سرپرست سمجھتے تھے۔ مصر میں انہی کے زیر اثر لاکھوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور گھر گھر اسلام کی اشاعت ہوئی۔

عمرو بن عاصؓ قریش کے قبیلہ بنی سہم سے تعلق رکھتے تھے جو قبائل قریش میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔ اہل عرب کے بڑے بڑے تنازعات کا فیصلہ اکثر رؤسا بنی سہم ہی کیا کرتے تھے۔ یہ قبیلہ اسلام کے سخت مخالفین میں سے تھا اور عمرو بن عاص کے والد عاص بن وائل جو بنی سہم کے نامور سردار تھے آں حضرتؐ اور صحابہ کرامؓ سے دشمنی اور ایذا رسانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ (نبی کریمؐ کے دونوں بیٹوں کی وفات کے بعد حضورؐ کو ابتر کہنے والے عاص بن وائل ہی تھے جس پر سورہ کوثر نازل ہوئی)

عمرو بن عاصؓ کی پیدائش اور تربیت مکہ میں ہوئی۔ آپ نے پیشہ تجارت کے ساتھ ساتھ سپہ گری اور شہسواری کا فن بھی سیکھا۔ جو شرفائے عرب کے لئے سب سے بڑا جوہر سمجھا جاتا تھا۔ عمرو بن عاص آں حضرتؐ سے عمر میں چھ سال چھوٹے تھے۔ اور سلمہ نابغہ جو قبیلہ بنی عذرہ سے تھیں بطن سے پیدا ہوئے۔ عاص بن وائل کی دوسری بیوی ام حرملہ حضرت عمرؓ کی خالہ تھیں۔ عمرو بن عاص نے حجاز کے مروجہ دستور کے مطابق باقاعدہ تعلیم تو کہیں حاصل نہ کی مگر جوانی میں اپنی تجارتی ضروریات کے پیش نظر کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ چونکہ ان کا قبیلہ دوسرے قریش قبائل کی نسبت شعر و ادب کا ذوق زیادہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس ذوق کی جھلک آپ کے ان خطوط میں ملتی ہے، جو آپ نے وقتاً فوقتاً حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو لکھے۔

عمرو بن عاصؓ عمدہ شعری ذوق رکھتے تھے۔ اور خود بھی کبھی کبھی شعر کہہ لیا کرتے تھے۔ آپ کے حسن ظرافت کا اندازہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ایک مکالمے سے ہو سکتا ہے۔ جن سے ان کا اختلاف اُن کی نرم پالیسی اور بنی امیہ کی طرف سے بڑے بڑے عہدوں پر کنٹرول اور انتظامی امور میں مداخلت کی وجہ سے ان کی علیحدگی کا سبب بنا تھا۔ آپ جب مصر کے والی کا عہدہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد کے حوالے کر کے مدینہ واپس لوٹے تو خلیفہ وقت سے ملاقات کے وقت آپ ایک روئی بھرا لبادہ پہنے ہوئے تھے۔ تلخی گفتگو کو مٹانے اور موضوع کو بدلنے کے لئے حضرت عثمانؓ نے لبادہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ اس میں کیا بھرا ہوا ہے۔ تو عمرو بن عاص کا مختصر جواب تھا "عمرو بن عاص"

خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن عاصؓ کے اسلام لانے سے آں حضرتؐ بہت خوش ہوئے تھے اور اس کے جنگی مہموں میں دوسرے صحابہ کی نسبت زیادہ کام انہی سے لیا۔ پہلا کام جس کے لئے آنحضرتؐ نے عمرو بن عاص کو چنا وہ قبیلہ بنی قضاعہ کی سرکوبی تھی۔ جو مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ آپؐ نے تین سو افراد پر مشتمل ایک جماعت ان کے ہمراہ بھیجی۔ منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی عمرو بن عاصؓ کو اپنی قلیل تعداد کا احساس ہوا اور مزید مدد مانگی۔

حضورﷺ نے فوراً دو صد مہاجر اور انصار کا ایک دستہ ابو عبیدہ رضؓ کے زیر کمان روانہ کیا اور ساتھ ہی نصیحت کی کہ عمرو بن عاصؓ سے اختلافی مسائل میں الجھنے سے احتراز کرنا۔ جب یہ جماعت پہلے دستہ میں شامل ہوئی تو ابو عبیدہؓ نے کمان سنبھالنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر عمرو بن عاص نے اس مہم کی ذمہ داری ابو عبیدہ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کا موقف یہ تھا کہ ابو عبیدہ کی جماعت ان کی کمک کے طور پر آئی تھی لہذا وہ بھی ان کے تابع تھی۔ حالات بگڑنے سے پہلے ابو عبیدہ کو آں حضرت کی نصیحت یاد آگئی اور اطاعت اختیار کر لی۔ دشمن بھاری تعداد اور اسلحہ سے لیس ہو کر آئے تھے مگر بری طرح شکست کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کرنا چاہا۔ مگر عمرو بن عاص نے روک دیا۔ سردی کا موسم تھا لوگوں کی خواہش تھی کہ آگ جلا کر تاپی جائے مگر امیر لشکر نے اس کی بھی سختی سے مخالفت کر دی۔

لشکر میں موجود صحابہ کو یہ دونوں باتیں ناگوار گذریں اور واپسی پر آں حضرتؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے عمرو بن عاص کو طلب فرما کر باز پرس کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ دونوں احکام اپنی تعداد چھپانے اور شب خون ناکام کرنے کے لئے انہوں نے سوچ بچار کے بعد دیئے تھے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں وجوہات پسند فرمائیں اور عمرو بن عاصؓ کی جنگی بصیرت کی تعریف کی۔

دوسری بڑی مہم جو آنحضرتؐ نے عمرو بن عاص کو اپنی زندگی میں سونپی وہ ملک یمن میں عمان کی مجوسی ریاست کے حکمران کو قبول اسلام کی دعوت دینا تھا۔ کچھ ردوکد کے بعد عمان کے رئیس ایمان لے آئے۔ لہذا زکوٰۃ کی تقسیم اور دوسرے انتظامی امور عمرو بن عاصؓ کے سپرد کر دیئے جن کی فہم و فراست سے وہ بہت متاثر ہو چکے تھے۔ آپ یہاں دو سال رہے اور بطور والی اپنے فرائض بخوبی انجام دیتے رہے۔ اس علاقے کے اکثر افراد آپ ہی کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ آنحضرت کی وفات کی خبر آپ کو عمان میں ملی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لاتعداد فتنے پیدا ہو گئے۔ اور قبائل عرب میں مرتدین کا زور پیدا ہوا۔ جس کا فوری خاتمہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اسلام کی بقا کے لئے ضروری سمجھا۔ خلیفہ وقت نے جہاد کے لئے فوج کو گیارہ حصوں میں تقسیم کر کے ایسے امیر مقرر کئے۔ جو ان مہمات کو سر کرنے کی قابلیت رکھتے تھے۔ اس میں عمرو بن عاص کو عمان سے واپس طلب کیا گیا۔ اور بنی قضاعہ کی مہم ان کے سپرد کی گئی۔ یہ وہی قبیلہ تھا جس کو عمرو بن عاص شکست دے چکے تھے۔ اور لوگ اب تک ان کے نام سے خائف تھے۔ آپ اسی پر اسے لے گئے اور بنی قضاعہ کو شکست دے کر اسلام پر قائم کیا۔ اور مکمل فتح و کامرانی کے بعد واپس لوٹے فتنۂ ارتداد کے فرو ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ کو دوبارہ والی مقرر کر کے عمان بھیج دیا۔ مگر جلد ان کو خلیفہ کا ایک مراسلہ موصول ہوا جس میں تحریر تھا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تم کو سریہ بنی قضاعہ کا امیر بنایا تھا۔ پھر عمان کا والی مقرر کیا۔ اسی لحاظ سے میں نے بھی بنی قضاعہ کی مہم دوبارہ تمہارے سپرد کی اور اس کے بعد عمان واپس کیا۔ مگر اب چاہتا ہوں کہ اگر تم پسند کرو تو ایک ایسا کام تمہارے سپرد کروں جو موجودہ کام سے دین و دنیا دونوں میں زیادہ مفید ہو۔"

عمرو بن عاص کا جواب مختصر مگر صاف تھا۔ انہوں نے لکھا:۔

"میں اسلام کے ترکش کا ایک تیر ہوں اور آپ تیر انداز۔ جس پہلو سے کوئی خطرہ نظر آئے اس طرف بے تکلف تیر کو چلائیے۔"

مملکت اسلامیہ کو نیا خطرہ شامیوں کی طرف سے تھا جو حضرت اسامہؓ کے ہاتھوں اپنی تباہی کا انتقام لیتے تھے۔ شامیوں کی مدد کے لئے قیصر روم ہرقل خود ایک جرار لشکر لے کر عرب اور فلسطین کی سرحد تک آپہنچا تھا وہ دونوں پوری طاقت سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس خطرے کا سدباب کرنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قبائل عرب کے ۳۶ ہزار مجاہدین کو جمع کر کے چار حصوں میں ترتیب دیا۔ اور شام کے چار صوبوں کی طرف روانہ کیا۔ فتح فلسطین کی ذمہ داری عمرو بن عاص کو سونپی گئی۔ جب کہ حمص، دمشق اور اردن ابوعبیدہ بن جراحؓ، یزید بن ابی سفیانؓ اور شرحبیل بن حسنہؓ کے حصے میں آئے۔

عمرو بن عاصؓ کو رخصت کرتے وقت خلیفۂ رسولؐ نے نصیحت کی۔

"تم ایلیا کی راہ سے جاؤ۔ اور فلسطین پہنچنے کے بعد ابوعبیدہؓ سے رابطہ قائم رکھنا اور اہم امور میں اس سے مشورہ لینا۔ وہ جس وقت امداد کے طالب ہوں ان کی مدد کرنا۔ اور ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرتے رہنا کہ وہ سب پوشیدہ باتیں جانتا ہے۔ دیکھو میں نے تم کو ان لوگوں پر بھی ترجیح دی ہے جو حرمت اور اسلامی سبقت میں تم سے مقدم ہیں۔ لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ تمہاری کوششیں آخرت کے لئے ہوں اور جہاد سے سوائے رضائے الٰہی کے اور کچھ مقصود نہ ہو۔ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے اس میں مطلق سستی نہ کرنا اور کاہلی کو دخل نہ دینا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کہنے لگو کہ ابوبکرؓ نے مجھ کو ایسے دشمن کے مقابلہ میں بھیج دیا جس سے لڑنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ مہاجرین اور انصار ہیں جن میں اہل بدر بھی ہیں۔ ان کے حقوق کا خیال رکھنا۔ امارت کی وجہ سے ان پر فوقیت نہ جتانا۔ اور نہ شیطانی نخوت دل میں نہ لانا۔ کہ ابوبکرؓ نے مجھ کو ان کا امیر اس لئے بنایا ہے کہ میں ان سے بہتر ہوں۔ نفس کے فریب میں نہ آنا۔ ان کے ساتھ مل جل کر رہنا اور معاملات میں ان سے مشورہ لینا۔ نماز میں ہرگز تساہل نہ ہونے پائے۔ جب وقت آجائے تو اذان

دلوا کر جماعت کے ساتھ پڑھنا۔ دشمن کی طرف سے غفلت نہ کرنا۔ ان کے حالات سے باخبر رہنا۔ سپاہیوں کو پاسداری کے لیے متعین رکھنا۔ راتوں کو اصحاب کے ساتھ بیٹھنا اور ان کے خیالات کو دیکھنا۔ معرکہ میں خوفِ خدا کو پیش نظر رکھنا۔ فوج کو اگر نصیحت کرنا تو مختصر۔ اور پہلے خود اس پر عامل ہو جانا۔ اس سے ان کی اصلاح ہو گی۔ دشمن سے مقابلہ میں صبر و ثبات سے کام لینا اور قدم ہرگز پیچھے نہ ہٹانا۔ سپاہیوں کو قرآن کی تلاوت کا پابند بنانا۔ دنیاوی خرافات سے کنارہ کش رہنا کہ ان امہ میں تمہارا شمار ہو جن کی مدح قرآن میں ہے۔"

ان نصائح کے بعد فرمایا کہ جاؤ خیر و برکت اور رحمت خداوندی تمہارے ساتھ ہو۔

عمرو بن عاصؓ نو ہزار کا لشکر لے کر فلسطین روانہ ہوئے۔ قیصر کو جب اسلامی فوجوں کی آمد کی خبریں ملیں تو اس نے اس جنگی حکمت عملی کو سامنے رکھا کہ ہر اسلامی لشکر کے مقابلے میں کثیر التعداد رومی افواج بھیجی جائیں۔ ان سے علیحدہ علیحدہ جنگ کی جائے اور انہیں کسی مقام پر اکٹھا نہ ہونے دیا جائے۔

فلسطین میں عمرو بن عاص کا مقابلہ کرنے کے لیے قیصر کا حقیقی بھائی تذارک تقریباً نوّے ہزار کی جمعیت لے کر مقابلہ کو آیا۔ شروع شروع میں رومی فوج کی کثیر تعداد کا سن کر مسلمانوں نے خطرہ محسوس کیا۔ مگر بعد کی کامیابیوں نے اس خطرے کا وجود معدوم کر دیا۔ فلسطین کے پہلے معرکے میں پہلے روز عمرو بن عاصؓ نے ایک جانب سے ایک ہزار سواروں کے ساتھ عبداللہ بن عمرؓ خطاب کو بھیجا۔ اور اتنی ہی تعداد ساتھ لے کر دوسری جانب سے خود حملہ آور ہوئے اور صفیں چیرتے ہوئے لشکر کے قلب میں رومی سردار تک جا پہنچے اور ایسا وار کیا کہ وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ یہ عالم دیکھ کر رومی لشکر بھاگ اٹھا۔ اور مسلمان جو مقورا بہت خوف اپنی قلیل تعداد کی وجہ سے دلوں میں لئے ہوئے تھے ان کی ہمتیں بڑھ گئیں۔

دوسرے روز کے معرکے میں رومی عظیم الشان لشکر لے کر صف آرا ہوئے۔ مگر مسلمان سپاہی جو جذبہ جہاد سے سرشار اور ثواب آخرت کے فضائل اپنے سپہ سالار کی زبانی سن کر آئے تھے۔ قرآن کی آیتیں پڑھتے ہوئے اس بے جگری سے رومیوں پر حملہ آور ہوئے کہ غنیم حملہ کی تاب نہ لا کر کثیر تعداد کے باوجود میدان چھوڑ گیا۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا اور بہت سا ساز و سامان انہیں مال غنیمت میں ملا۔

رومیوں کی حکمت عملی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے یہ تھی کہ چاروں اسلامی لشکر جن کو علیحدہ علیحدہ ذمہ داری دی گئی تھی، اور جو تعداد میں بھی کم تھے انہیں اکٹھے نہ ہونے دیا جائے۔ انہیں باری باری شکست دی جائے۔ اور اس طرح ان اسلامی فوجوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اسی حکمت عملی کو مدنظر رکھ کر رومی اسلامی فوجوں کو مقامی جنگوں میں

الجھائے رکھنا چاہتے تھے۔

عمرو بن عاصؓ جو جنوب میں رومی فوجوں سے برسرِپیکار تھے اور کم تعداد کی وجہ سے خطرے سے تھے۔ اس خطرے کو قبل از وقت بھانپ لیا تھا۔ آپ نے ابوعبیدہ کو لکھا کہ بہتر ہوگا اگر ہم سب ایک مقام پر ہو جائیں اور رومیوں کی کثیر تعداد کا مقابلہ مل کر کریں۔ عمرو بن عاص کی اس صائب رائے کو سب امرا نے پسند کیا اس کی اطلاع خلیفہ کو مدینہ میں دے دی گئی۔

حضرت ابوبکرؓ نے شام میں اسلامی فوجوں کی قلیل تعداد اور رومیوں کی تیاریوں کے پیشِ نظر خالد بن ولیدؓ کو عراق سے شام پہنچنے اور ابوعبیدہؓ کو مدد کرنے کا حکم دیا۔ شام میں تمام اسلامی فوجوں کی قیادت ابوعبیدہؓ کے سپرد تھی۔ مگر خالدؓ کی آمد پر جنگی حکمتِ عملی طے کرنے کا اختیارِ کل انہوں نے سیف اللہؓ کو سونپ دیا۔ شام پہنچنے کے بعد خالدؓ نے حالات کا جائزہ لے کر ہدایات جاری کیں کہ تمام لشکر جنوب میں اجنادین کے مقام پر جمع ہوں۔

عمرو بن عاص نے اجنادین پر اجتماع کی خبر سن کر اجنادین کے جنوب میں جہاں سے نزدیک تھا دفاعی پوزیشن اختیار کر لی۔ اور اپنے لشکر کے تین چھوٹے دستے غزہ۔ رملہ اور بیت المقدس کے رستوں پر رومی لشکر کو روکنے کے لئے دے تاکہ اجنادین پر اجتماع سے پہلے اسلامی لشکر جو طویل فاصلے طے کر کے آرہے تھے جمع گاہ پر پہنچنے سے پہلے ہی نہ الجھ جائیں۔ خالد بن ولیدؓ اسلامی فوجوں کی امداد کے لئے ایک لشکر جس کی تعداد بعض مورخین نے ۹ ہزار بتائی ساتھ لے کر آئے تھے اور حیرہ سے بارہ سو میل کا سفر کرتے ہوئے اجنادین کی سمت پیش قدمی کے لئے ایک ایسے رستے کو اختیار کیا تھا جو پانی کی قلت اور دشوار گذاری کے سبب کسی فوجی لشکر کی گذرگاہ کے طور قطعی ناموزوں اور پرسفر رومی جرنیلوں کے نزدیک غیر ممکن تھا۔

اجنادین کے میدان میں مسلمان فوجوں کے بروقت اجتماع اور بے پناہ جذبہ جہاد نے نوے ہزار کے عظیم الشان لشکر کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اور رومیوں کے وقار کو خاک میں ملا دیا۔ اجنادین کے بعد یرموک میں بھی اسلامی (لشکر) نے اپنے سے کئی گنا بڑی رومی فوج کو ایسی مکمل اور فیصلہ کن شکست دی جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے اور یرموک کی جنگوں میں خالد بن ولیدؓ کے ساتھ ابوعبیدہؓ بن جراح۔ شرحبیل بن حسنہؓ۔ یزید بن ابوسفیانؓ اور عمرو جیسے تجربہ کار اور جری سپہ سالار موجود تھے۔ جن کی جنگی صلاحیتیں مسلم اور فنِ سپہ گری میں ان کا مقام کسی تعارف کا محتاج نہ تھا۔

قیامِ فلسطین کے دوران عمرو بن عاصؓ اپنے مشن کے مطابق رومی فوجوں سے برسرِپیکار رہے۔ اور فلسطین کے شہر تو نابلس۔ عمواس۔ یافا۔ عسقلان۔ رملہ۔ عکا۔ لُد۔ جبلہ۔ بیت جبرین وغیرہ فتح کئے۔ جب ان کی جنگی مصروفیتیں کم ہو جاتیں تو وہ اپنی فوجوں کا کچھ حصہ پیچھے چھوڑ کر ابوعبیدہؓ سے جا ملتے۔ اور شام کی دوسری فتوحات میں ان

کیا کرتے۔ فلسطین میں صرف بیت المقدس ہی ایسا شہر رہ گیا تھا جو رومیوں کے قبضہ میں تھا۔ اور اس پر اسلامی فوجیں اس وقت تک تسلط حاصل نہ کر سکی تھیں۔ بیت المقدس پر رومی فوجوں کے اجتماع کا یہ عالم تھا۔ کہ فلسطین اور شام کے علاقوں سے تمام فوجیں اس شہر میں آ کر جمع ہو رہی تھیں۔ وہ تعداد اور سامانِ حرب کے بل بوتے پر اس کو ناقابلِ تسخیر بنانا چاہتے تھے۔

بیت المقدس کا محاصرہ سب سے پہلے عمرو بن عاصؓ نے کیا۔ اس محاصرے میں ابو عبیدہؓ۔ خالد بن ولیدؓ اور یزید بن ابوسفیانؓ بھی بعد میں آ کر اپنے لشکروں سمیت شامل ہو گئے۔ یہ محاصرہ تقریباً چار ماہ تک جاری رہا۔ اور رومی فوجیں قلعہ بند ہو کر ایک عرصہ تک لڑتی رہیں۔ فوجی امداد کے راستے مسدود ہونے اور سامانِ رسد کے ہر طرف سے منقطع ہونے کی وجہ سے محصورین کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ لہٰذا مکمل تباہی سے بچنے کے لئے وہ امن کے طالب ہوئے اور شرط رکھی کہ خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ مدینہ سے خود آ کر صلح کی شرائط طے کریں اور معاہدہ امن پر دستخط کریں۔ اس امر کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی گئی جو ایک طویل مسافت کے بعد بیت المقدس پہنچے۔ خلیفۂ وقت کا یہ سفر اور بیت المقدس میں کسی شان و شوکت کے بغیر ان کی آمد اپنی سادگی، انکساری اور اسلامی مساوات کی ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

فتح بیت المقدس کے بعد حضرت عمرؓ کے شام کے دوسرے سفر کے دوران عمرو بن عاص خلیفہ وقت سے تنہائی میں ملے اور مصر پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ شروع میں حضرت عمرؓ نے دور دراز سفر، طاعونِ عمواس کے باعث مسلمان لشکریوں کی اموات اور دوسرے مصائب و آلام کے پیش نظر پس و پیش کیا۔ مگر عمرو بن عاص کے عزم راسخ اور مسلسل اصرار کو دیکھ کر اس مہم کی اجازت دے دی۔

فتح مصر کی مہم کا آغاز عمرو بن عاصؓ نے صرف چار ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک ایسے نیم مسلح لشکر کے ساتھ کیا۔ جو اپنے وطن سے تقریباً دو ہزار میل دور، سامان حرب کی کمی اور رسد کے لئے مقامی ذرائع پر انحصار کے باوجود شکست کے نام سے ناآشنا رہا۔ اس کے برعکس رومی فوجوں سے جب بھی ان کا مقابلہ ہوا غنیم کی تعداد ہمیشہ چار یا پانچ گنا سے زیادہ۔ ہتھیار بہتر۔ سامانِ رسد وافر اور کمک پہنچانے کے لئے بہترین بحری جنگی بیڑہ ان کی پشت پر موجود رہا۔ مگر اس کے باوجود وہ اسلامی فوجوں سے کہیں بھی جم کر مقابلہ نہ کر سکے۔ اور ان کے طوفانی حملوں کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ نکلے۔

حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کرتے وقت عمرو بن عاص نے اس حقیقت کو محسوس کر لیا تھا کہ رومی فوجیں جو شام اور فلسطین میں مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد مصر میں جمع ہو رہی تھیں۔ اگر بر وقت ان کا قلع قمع نہ کیا گیا تو اسلامی مقبوضات کے لئے وہ ایک بہت بڑے خطرے کا پیش خیمہ بن سکتی تھیں۔ بیشتر اس کے کہ رومی فوجیں

کی شکست کے زخم مندمل ہوتے اور مسلمانوں کے دوبارہ مقابلے کے لئے وہ اپنے آپ کو منظم کرتے عمرو بن عاص ان کو سرزمین مصر سے بھی باہر نکال دینا چاہتے تھے۔ عمرو بن عاص کے مختصر اسلامی لشکر نے مصر کا وہ راستہ اختیار کیا جس پر ہزاروں سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام جیسی برگزیدہ ہستیوں نے سفر کیا تھا۔ یہ فوج دریائے سینا سے ہوتی ہوئی ۱۰ ذی الحجہ ۱۸ ہجری کو العریش پہنچی۔ اور اس کو بغیر کسی وقت کے فتح کر لیا۔ العریش سے نکل کر اسلامی لشکر فرما پہنچا۔ جو دریائے نیل کے کنارے آباد ایک پرانا اور بڑا شہر تھا۔ اور مصر کا دروازہ سمجھا جاتا تھا۔ فوجی نقطہ نظر سے اس اہم شہر کی حفاظت رومی فوجوں کے سپرد تھی۔ یہاں کا محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک رہا اور آخر کار ۱۵ محرم ۱۹ھ کو عمرو بن عاص فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں داخل ہو گئے۔ فرما کے بعد بلبیس اور امّ دنین اسلامی فوجوں کے محاصرے میں آئے۔ اور ان کو بھی فتح کر لیا گیا۔ چار ہزار کی اس مختصر جمعیت نے پانچ ماہ کے عرصے کے اندر متعدد شہر اور دریائے نیل کے ساتھ ساتھ ۲۵۰ میل کا علاقہ فتح کر لیا۔ جب کہ اس علاقے میں رومی فوجوں کی تعداد اٹھارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ امّ دنین کے معرکے میں مسلمانوں کا جانی نقصان گو رومیوں سے بہت کم تھا مگر قلت تعداد کی وجہ سے یہ نقصان زیادہ محسوس ہوتا تھا۔ اس کمی کو پورا کرنے اور رومیوں پر جلد از جلد مکمل فتح حاصل کرنے کے لئے عمرو بن عاص دربار خلافت سے کمک کے طالب ہوئے۔ مدینہ سے امداد آنے تک اسلامی سپہ سالار اپنی فوج کو مصروف رکھنے کے لئے نیل کے مغربی کنارے لے گئے۔ اور منف پر قبضہ کر کے فیوم کی طرف بڑھے اور اس کو محاصرے میں لے لیا۔ یہ محاصرہ مدینہ سے کمک آنے تک جاری رہا۔ جو بعد میں اٹھا لیا گیا تاکہ بابلیون کے نہایت اہم شہر کو جلد فتح کر لیا جائے۔ یہ شہر شمالی اور جنوبی علاقہ کے درمیان ایک اہم مواصلاتی اور تجارتی مرکز تھا۔ اور تقریباً ۲۰ ہزار رومی فوج اس کی حفاظت پر تعینات تھی۔ اس کے گرد و دور دور تک فوجی چوکیاں تھیں۔ جن میں رومی دستے مستقل موجود رہتے تھے۔ (رومیوں کے زمانہ میں یہ شہر موجودہ قاہرہ کے قرب و جوار میں واقع تھا آج کل اس شہر کا نام و نشان تک موجود نہیں) کمک کا دستہ جو بارہ ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کی زیر قیادت ہیلیوپولس کے مقام پر حضرت عمرو بن عاص کے لشکر سے آملا اور پھر دونوں لشکر متحد ہو کر بابلیون کی طرف روانہ ہوئے۔ بابلیون کے قلعے کا محاصرہ سات ماہ تک جاری رہا۔ یہ قلعہ ناقابل تسخیر حد تک مضبوط اور محفوظ تھا۔ اور سامان رسد کے وافر ذخائر اس میں موجود تھے۔ اس قدر طویل محاصرے سے عرب اکتا گئے۔ مگر عمرو بن عاص نے اس محاصرے کے ساتھ ساتھ دوسرے علاقوں کی فتوحات بھی جاری رکھیں۔ آخر کار قلعے کا محاصرہ تنگ کر دیا گیا اور زبیر بن عوام ایک رات موقعہ پا کر قلعے کی دیوار پر چڑھ گئے۔ انہوں نے محافظوں کا کام تمام کر کے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ اور اس طرح یہ قلعہ اسلامی فوجوں کے قبضہ میں آگیا۔

بابلیون کی فتح کے بعد عمرو بن عاص نے اسکندریہ پر فوج کشی کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ قسطنطنیہ کے بعد یہ

شہر رومی سلطنت کا سب سے بڑا تجارتی مرکز اور بہت اہم سمجھا جاتا تھا۔ اس شہر کو سکندر اعظم نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط سمندری بیڑہ اور پچاس ہزار رومی فوج یہاں متعین تھی۔ سامان رسد اور اسلحہ کے بڑے ذخیرے یہاں موجود تھے۔ یہ شہر اپنی خوبصورتی کے علاوہ رومیوں کے لئے سیاسی اور فوجی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ فتح مصر کے آخری مرحلہ میں عمرو بن عاص کی فوجیں جب شمال مغرب کی جانب بڑھ رہی ہوئیں تو ان کی تعداد اٹھارہ ہزار ہو چکی تھی۔ اسکندریہ پہنچتے پہنچتے اسلامی فوجوں کو چند ماہ گذر گئے۔ مگر ان کی فتوحات جاری رہیں راستے میں اشمون علیا۔ کوم۔ مافوف۔ شیخ اور طرح وغیرہ کے مضبوط قلعے اور شہر ان کے زیر تسلط آتے گئے۔ اور رومی فوجیں شکست پر شکست کھاتی ہوئی اسکندریہ کی طرف پیچھے ہٹتی گئیں۔ یہاں تک کہ جولائی ۶۴۱ء میں اسلامی فوجوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ چار ماہ تک جاری رہا۔ عمرو بن عاص نے اسکندریہ کی ناکہ بندی فوج کے ایک حصے کی ذمہ داری میں دے کر دیگر علاقوں کی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ مگر مدینہ میں محاصرہ طویل ہو جانے کی وجہ سے تردد ایک قدرتی امر تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسلامی سپہ سالار کو لکھا:۔

"معلوم ہوتا ہے تم بھی رومیوں کی طرح آرام پسند ہو گئے ہو۔ ورنہ اس قدر دیر نہ ہوتی۔"

اس خط نے تازیانے کا کام کیا۔ اور اسلامی لشکر نے اپنے نئے حملے کی ابتدا اس جوش و خروش سے کی کہ رومی فوجیں اس کی تاب نہ لا سکیں اور صلح کی طالب ہوئیں۔ صلح نامہ کی شرائط مسلمانوں کے حق میں طے ہوئیں۔ اور صلح کی میعاد گیارہ ماہ رکھی گئی۔ جو ستمبر ۶۴۲ء میں ختم ہوتا تھی۔ مسلم افواج عہد نامہ کی پابندی کرتے ہوئے گیارہ مہینے تک اسکندریہ کے شہر میں داخل نہ ہوئیں۔ اس شہر پر مکمل قبضہ عہد نامے کی میعاد ختم ہونے کے فوراً بعد کیا گیا۔ اور فتح اسکندریہ کے ساتھ مصر کی فتح تقریباً مکمل ہو گئی۔ ملک کو پورے طور پر تسلط میں لانے کے لئے محدود پیمانہ پر مقامی قبائل اور رومیوں کے خلاف جنگیں ہوتی رہیں۔ جس کا بنیادی مقصد ہر قسم کی مخالفت کی بیخ کنی اور اسلامی حکومت کو استحکام بخشنا تھا۔ عمرو بن عاص نے تقریباً دو سال سے بھی کم عرصے میں رومیوں جیسی عظیم الشان سلطنت کو مصر میں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور اسلام کا وہ چراغ سرزمین مصر پر روشن کیا جو چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد آج بھی ویسا ہی روشن و یسا ہی ضیا پاش ہے جیسے پہلے روز تھا۔

فتح مصر کے بعد عمرو بن عاص کی مہم جو طبیعت صرف اسی فتح پر قانع نہیں ہوئی بلکہ وہ اسلام کا پیغام اور آگے پہنچانا چاہتے تھے۔ اور یہ خواہش رکھتے تھے کہ رومیوں کی قوت کو اس حد تک توڑ دیا جائے۔ کہ ان کو پھر کبھی مسلمانوں سے مصر واپس لینے کا حوصلہ نہ ہو۔ اور دین حق اس سرزمین پر امن اور سلامتی کی فضا میں فروغ پا سکے۔ اس مقصد کے لئے عمرو بن عاص نے ایک لشکر مغرب کی جانب روانہ کیا۔ جس نے جون ۶۴۳ء میں طرابلس کو گھیرے میں لے لیا۔ محاصرہ تین ماہ تک جاری رہا۔ ایک روز سخت جنگ کے بعد عمرو بن عاص خود ایک دستہ ساتھ لے کر سمندر کی طرف

شہر میں داخل ہو گئے۔ جس طرف فصیل نہ تھی۔

طرابلس پر قبضے کے بعد عمرو بن عاص نے حضرت عمرؓ کو خط لکھ کر اجازت چاہی کہ تیونس صرف ۹ منزل کے فاصلے پر ہے اگر خلیفۂ وقت اجازت دیں تو وہ بڑھ کر اس کو بھی مملکت اسلامیہ میں شامل کر لیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس کی ممانعت کر دی۔ وہ چاہتے تھے کہ جو علاقہ قبضے میں آ چکا ہے اس کا انتظام کر کے اس کی حفاظت کی جائے۔ چونکہ اُدھر جنگوں سے قلیل اسلامی لشکر کے تلف ہو جانے کا امکان موجود تھا اور وہ خود دوسرے علاقوں میں مہمات کی وجہ سے مصر کے لئے مزید کمک مہیا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اس لئے انہوں نے اس موقع پر فتوحات کا دائرہ مزید بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔

مصری باشندے رومیوں کے پنجۂ استبداد سے سات سو سال بعد آزاد ہوئے تھے اور ایک بدترین طویل غلامی کے بعد انہوں نے پہلی بار عدل و آزادی کی فضا میں سانس لیا تھا۔ وہ اسلامی رواداری، مساوات اور شفقت کا برتاؤ دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ لاکھوں قبطی عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہے۔ والئ مصر نے ان کو اس بات کی مکمل آزادی دے دی کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے عقیدے پر کاربند رہیں۔ ان کے جان و مال، جائیداد، عزت و حرمت، دولت و تجارت غرض ہر چیز کی حفاظت کا انہیں یقین دلا دیا گیا۔ انتظامی امور کے لئے چن چن کر قابل اور ایماندار لوگوں کو رکھا گیا۔ اور ہر عقیدے کے لوگوں سے برابر کا سلوک کیا گیا۔ عمرو بن عاصؓ نے رومیوں کے زمانے کے غیر انسانی قوانین کو منسوخ کر کے ایک عادلانہ نظام قائم کیا۔ خراج، جزیہ، مالیہ وغیرہ کی وصولی خود قبطیوں کے حوالے کی اور امن عامہ اور فلاح و بہبود کے ایسے کام کئے کہ جلد ہی مصریوں کے سب سے بڑے مونس و ہمدرد سمجھے جانے لگے۔ فسطاط کا شہر محاصرہ بابلیون کے دوران آپ کی اس خیمہ بستی کے مقام پر آباد ہوا۔ جہاں آپ سات ماہ تک مقیم رہے تھے۔

عمرو بن عاص کی فتوحات عسکری نقطۂ نظر سے اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔ آپ کے تمام معرکے مسلسل جارحانہ کارروائی کے جیتے جاگتے نمونے اور جرأت و مردانگی کے لازوال نقوش ہیں۔ آپ ایک دور فہم فوجی قائد تھے اور اپنے مدمقابل کی نفسیات اور اس کی کمزوریوں پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ اور ان سے بروقت فائدہ اٹھانے کے فن کو جانتے تھے۔ مہمات فلسطین کے دوران آپ نے اندازہ کر لیا تھا کہ رومی باوجود تعداد میں کئی گنا ہونے اور بہتر اسلحے سے لیس ہونے کے پہل کرنے سے کتراتے تھے۔ تساہل پسند تھے اور جارحانہ کارروائی پر دفاعی جنگ کو ترجیح دیتے تھے ہر لشکر اور ہر قلعہ اپنی علیحدہ جنگ لڑنے کا عادی تھا وہ دشمن کی نقل و حرکت سے بے نیاز اور موقع سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیتوں سے بے بہرہ ہو چکے تھے۔ حوصلہ جلد ہار تے تھے۔ اور ایک دوسرے کی مدد کو پہنچنے اور ایک منضبط جنگی منصوبے کے تحت لڑنے کے اوصاف بھول چکے تھے۔ عوام کے ساتھ ان کا سلوک ظالمانہ تھا اور ان کی ہمدردیاں اپنے آقاؤں کے ساتھ نہ ہونے کے برابر۔

عمرو بن عاص

عمرو بن عاصؓ نے ایک زیرک سپہ سالار کی طرح ان کمزوریوں کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے ان کا بھرپور استعمال کیا۔ فتح مصر قلت تعداد کے باوجود عمرو بن عاصؓ کی انتظامی قابلیت اور جنگی بصیرت کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے ⁂

اس مضمون کی ترتیب و تدوین کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا:

۱۔ تاریخ اسلام (انگریزی) سید امیر علی ۲۔ تاریخ اسلام (انگریزی) فلپ کے ہٹی

۳۔ فاروق اعظم۔ مولانا شبلی نعمانی ۴۔ عمرو بن عاص۔ اسلم جے راج پوری

۵۔ اسلامی جنگیں۔ کرنل گیلانی ⁂

بقیہ از صہ ۱ **سرسیدؒ**

انگریزوں کا ساتھ انہوں نے وقت کی کسی مجبوری کی بنا پر نہ دیا تھا۔ اس کا تعلق وقت شناسی کے اس جوہر سے تھا جو ان کا خاندانی ورثہ تھا۔ سرسید نے مغلیہ حکومت کی زوال پذیری، ملک کی عام حالت، مجاہدین آزادی کی تنظیمی تحریک کی لامرکزیت کو محسوس کرکے اور مغلیہ حکومت کے انگریز ٹھیکے داروں (ایسٹ انڈیا کمپنی) کے منظم جمعیت اور ان کی منظم اور بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ پھر اس راہ کے جو تقاضے تھے وہ انہوں نے پورے کئے۔ اور رسم وفا کو نباہا۔ اور جب غداران وطن کو ان کی کارگذاریوں کا صلہ دینے کا وقت آیا تو ایک جاں نثارِ وطن کی جائیداد سرسید کو بھی پیش کی گئی لیکن انہوں نے جاگیر قبول کرنے کی بجائے وظیفہ کی شکل میں اپنی "خدمات" کا صلہ وصول کرنا چاہا۔ یہ سرسید کی بڑی دور اندیشی تھی۔ انگریز کے لئے یہ ایک قابلِ قبول صورت تھی اس نے قبول کر لی۔ اور سرسید زندگی بھر "حسنِ خدمات" کے نام پر "غداریِ وطن" کا صلہ پاتے رہے ⁂

بقیہ از صہ ۶۰ **مخزن التفاسیر**

"تو کہہ میں پناہ میں آیا۔ لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی بدی سے اس کی جو پھسلائے چھپ جاتے وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں جنوں میں اور آدمیوں میں"

مولانا محمد الیاس مفسر زیر نظر تفسیر نے مندرجہ ذیل ترجمہ پیش کیا ہے۔

"ووایہ پناہ غوارم پہ پروردگار د خلقو بادشاہ د خلقو معبود د خلقو لہ شرہ د وسوسہ غورزونکی خناس نہ هغہ دئ چہ وسوسہ غورزوی پہ سینو د خلقو کبنی پیریانو او خلقو نہ"

مندرجہ بالا موازنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد الیاس نے زیادہ تر استفادہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فارسی ترجمہ سے کیا ہے۔

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

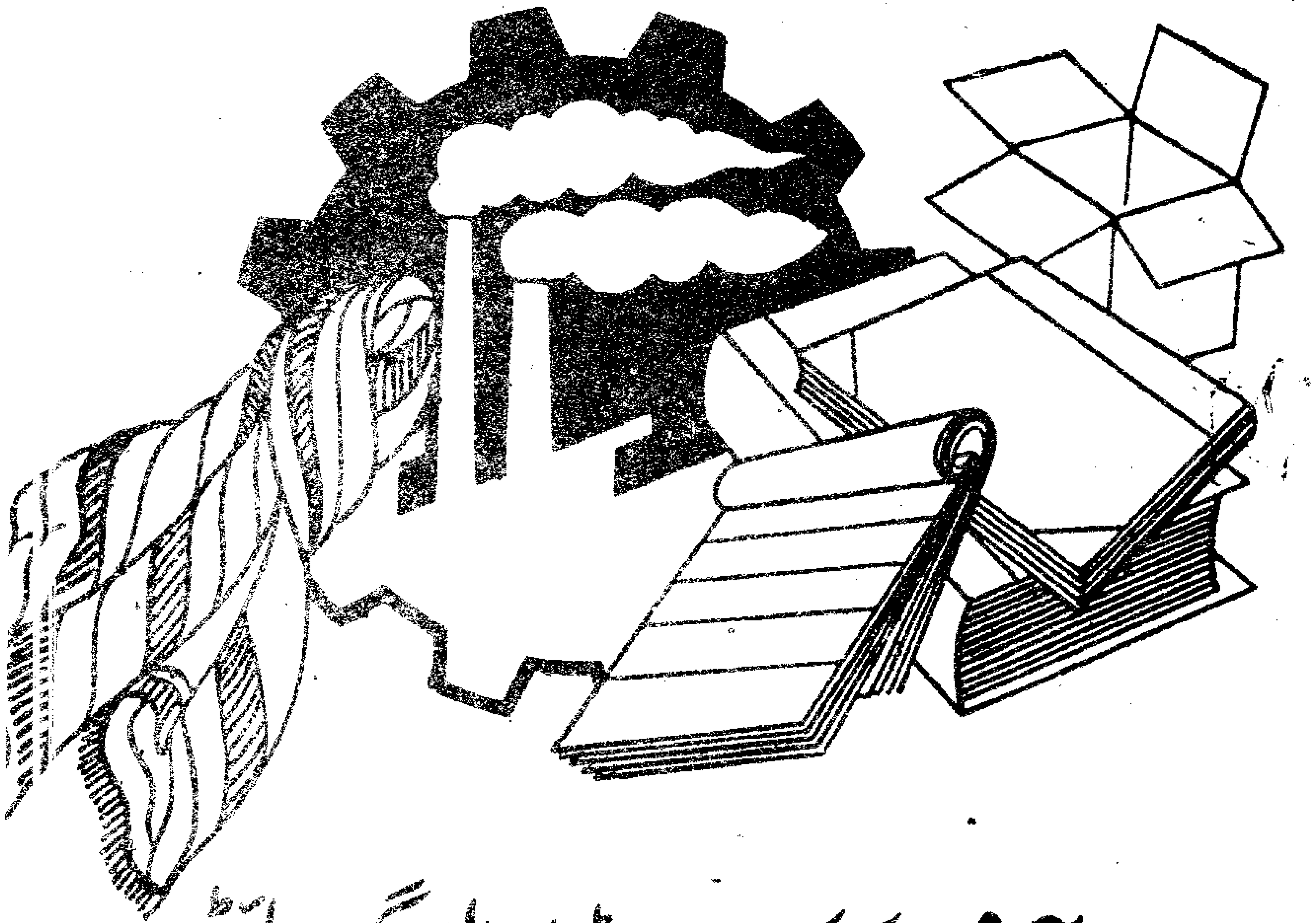

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۲۳۳۲۔ آئی۔ آئی چندریگر روڈ کراچی ۲

NATIONAL 45 H